احکامِ بیع

جناب پروفیسر ڈاکٹر طاہر منصوری

خیار کے لحاظ سے معاہدے کی اقسام

اختیارِ فسخ وقبول کے لحاظ سے معاہدے کی چھ قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ایسا عقد لازم (ناقابل فسخ معاہدہ) جس کا مقصد ثمن کا عوض لینا ہوتا ہے، جیسے معاہدۂ بیع یا اس کے ہم معنی دیگر معاہدات (اجارہ وغیرہ)۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

اولاً: ایسا معاہدہ جس میں خیار مجلس اور خیار شرط ثابت ہوتے ہیں۔ خیار مجلس اور خیار شرط کے ساتھ طے پانے والے سودے میں مبیع کا مجلسِ معاہدہ میں قبضہ لینا شرط نہیں ہوتا۔ عقد صلح اور روایت کے مطابق بالعوض ہبہ اور خدمت وذمہ داری کا اجارہ بھی معاہدہ بیع کے معنوں میں ہیں۔ اجارے کی مثال یہ ہے، جیسے کوئی شخص یہ کہے: ''میں نے کپڑا لینے کے لیے تمہاری خدمات معاوضے پر لیں''۔ اس طرح کے معاہدے میں خیار، یعنی اختیار ردّ وقبول متعلقہ فریق معاہدہ کو حاصل ہوتا ہے، کیونکہ خیار، معاہدۂ بیع میں نص سے ثابت ہے اور اجارہ بھی بیع کے ہم معنی ہے۔ معینہ اجارے میں اگر اجارے کا آغاز معاہدے کے وقت سے ہوتا ہو تو پھر اس میں صرف خیار مجلس ثابت ہوگا نہ کہ خیار شرط۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار شرط کی وجہ سے مطلوبہ منفعت فوت ہو جاتی ہے، یعنی مدت خیار میں موضوع اجارہ سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا، اور یہ درست نہیں۔ یہ امام شافعیؒ کا مذہب ہے۔ قاضی ابو یعلیٰ کبھی اس رائے کے ہم نوا نظر آتے ہیں اور کبھی ان کا موقف یہ ملتا ہے کہ بیع کی طرح معین اجارے میں بھی خیار مجلس اور خیار شرط ثابت ہیں۔ ہم نے دونوں کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے۔ جہاں تک شفعہ کا تعلق ہے تو اس میں کوئی اختیار رد وقبول ثابت

نہیں، کیونکہ مشتری سے مبیع (فروخت شدہ چیز) زبردستی لی جاسکتی ہے، اور شفعہ کا مستحق اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ مشتری کی مرضی کے بغیر اس سے مبیع حاصل کرے۔ اس طرح یہ بیع عیب کی بناء پر فسخ ہونے والی بیع کی مانند ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ شفیع کے لیے خیارِ مجلس ثابت ہو، کیونکہ اس نے مبیع کو اسی قیمت پر قبول کیا ہے، (جس پر سودا طے پایا ہے)۔ اس طرح شفیع کی حیثیت مشتری کی ہوگئی، (یعنی جس طرح مشتری کے لیے خیارِ مجلس ثابت ہے۔ اسی طرح شفیع کے لیے بھی خیارِ مجلس ثابت ہوگا)۔

ثانیاً: ایسا معاہدہ جس میں مجلسِ معاہدہ میں مبیع پر قبضہ کرنا لازم ہوتا ہے جیسے عقد صرف اور عقد سلم اور ربوی اموال کا مبادلہ۔

اس طرح کے معاہدات میں خیارِ شرط کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ مذکورہ بیوع کی بنیادی بات ہی یہ ہے کہ فریقین کے باہم جدا ہونے کے بعد ان کے درمیان کوئی تعلق باقی نہ رہے۔ تب ہی فروخت شدہ چیز پر مجلس معاہدہ میں قبضے کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اگر ان معاہدات میں خیار، یعنی حق فسخ وقبول کو تسلیم کرلیا جائے تو ان کے درمیان تعلق برقرار رہتا ہے (جو کہ ان معاہدات کے مقصد کے منافی ہے)، تاہم مذکورہ بیوع میں خیارِ مجلس ثابت ہے۔ خیارِ مجلس کے بارے میں جو حدیث وارد ہوئی ہے وہ عمومی نوعیت کی ہے، (اس کا اطلاق تمام بیوع پر ہوتا ہے) اور ایک روایت یہ ہے کہ ان بیوع میں خیارِ شرط کی طرح خیارِ مجلس بھی ثابت نہیں۔

دوسری قسم: ایسا ناقابل فسخ معاہدہ جس کا مقصود کوئی مالی عوض لینا نہیں ہوتا، جیسے نکاح اور خلع۔ ان میں بھی خیار یا حق فسخ وقبول کسی فریق کو حاصل نہیں ہوتا۔ خیار کا مقصد مالی عوض میں اپنا حصہ پہچاننے کے لیے ہوتا ہے، جب کہ نکاح وخلع میں مالی عوض مقصود بالذات نہیں۔ وقف اور ہبہ بھی اسی طرح ہیں۔ نکاح میں خیار یا حق فسخ وقبول کی بناء پر فریقین کو ضرر پہنچنے کا احتمال ہے۔

تیسری قسم: ایسا معاہدہ جو ایک فریق کے لیے لازم ہے، مگر دوسرے کے لیے غیر لازم۔ اس کی مثال رہن ہے کہ وہ راہن کے حق میں لازم ہے اور مرتہن کے حق میں غیر لازم، یعنی قابل فسخ ہے۔ اس میں خیار، یعنی حق فسخ وقبول کی اجازت نہیں، کیونکہ مرتہن کے حق میں معاہدے کے غیر لازم اور

قابل فسخ ہونے کی بناء پر اس میں کسی خیار کی عملاً ضرورت ہی نہیں۔ اس کے برعکس راہن کو اس وقت تک یہ خیار حاصل ہے، جب تک وہ دین وصول نہ کرلے۔

اسی طرح ضامن وکفیل کے لیے بھی اختیار فسخ وقبول نہیں، کیونکہ وہ رضا کارانہ طور پر ضامن وکفیل بننے پر تیار ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں ممکنہ نقصان برداشت کرنے پر بھی وہ راضی ہیں۔

چوتھی قسم: ایسا معاہدہ جو دونوں فریقوں کے لیے غیر لازم ہو، جیسے شرکت، مضاربت، جعالہ، وکالہ، ودیعہ، وصیت وغیرہ۔ ان معاملات میں خیار یا حق فسخ وقبول کسی فریق کے لیے ثابت نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاملات اپنی اصل وضع میں ہی غیر لازم اور قابل فسخ ہیں۔

پانچویں قسم: ایسا معاہدہ جس میں فسخ وعدم فسخ دونوں کا احتمال پایا جاتا ہے، جیسے مزارعت ومساقاۃ، تاہم زیادہ احتمال اس کا ہے کہ وہ غیر لازم اور قابل فسخ معاہدات کی قسم کے ہیں، اس بناء پر ان میں بھی خیار ثابت نہیں۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ وہ لازم اور نا قابل فسخ ہیں۔ چنانچہ ثبوت اختیار فسخ وقبول کے لحاظ سے اس میں دونوں پہلو پائے جاتے ہیں۔ گھڑ دوڑ اور نیزہ بازی بھی اسی قبیل سے ہیں۔ گھڑ دوڑ اور نیزہ بازی بظاہر جعالہ سے تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ ان میں خیار ثابت نہیں۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ وہ اجارہ کے تحت آتے ہیں۔

چھٹی قسم: ایسا لازم معاہدہ جو فریقین معاہدہ میں سے ایک کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، (یعنی جو ایک فریق کے مفاد میں ہوتا ہے) جیسے حوالہ اور حق شفعہ کا استعمال۔ ایسے معاہدے میں خیار نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس فریق کی رضامندی، ضروری یا قابل لحاظ نہیں، اسے اختیار فسخ وقبول حاصل نہیں ہوتا۔ اگر اختیار ایک فریق کے لیے ثابت نہیں تو دوسرے کے لیے بھی ثابت نہیں ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ محیل (قرض کو کسی دوسرے کی طرف منتقل کرنے والا) اور شفیع دونوں کو اختیار فسخ وقبول دیا جائے، کیونکہ یہ عقد معاوضہ ہے، جس کا مقصد مالی عوض حاصل کرنا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بیع کی مانند ہے، یعنی جس طرح بیع میں خیار ثابت ہے، اسی طرح ان معاملات میں خیار ثابت ہوگا۔ (المغنی ٦: ٤٩-٥٠)

خیار(اختیار فسخ وقبول) کی اقسام

۱- خیار مجلس (مجلس معاہدہ میں سودا فسخ کرنے کا اختیار)

حنفی نقطۂ نظر

ایجاب وقبول کی صفت یہ ہے کہ ان میں سے ایک اسی وقت لازم ہوتا ہے جب دوسرا موجود ہو، (یعنی دونوں عبارتیں ادا کی جائیں)۔فریقینِ معاہدہ میں سے اگر کسی ایک فریق کی طرف سے ایجاب کیا جائے تو دوسرے کو (قبول کی عبارت ادا کرنے سے پہلے) ''خیار قبول'' حاصل ہوگا، جب کہ ایجاب کنندہ کو بھی دوسرے کے قبول سے پہلے رجوع کا حق حاصل ہوگا۔

اس کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بائع ومشتری کو سودا فسخ کرنے کا اختیار اس وقت تک حاصل ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں''۔ جدا ہونے سے پہلے سودے کو فسخ کرنے کا یہ اختیار ''خیار قبول'' اور ''خیار رجوع'' کہلاتا ہے، (احناف کے نزدیک یہی خیار مجلس ہے)۔فریقین کو یہ حق اس لیے دیا گیا ہے کہ اگر صیغے (ایجاب وقبول) کا کوئی حصہ دوسرے کے وجود میں آنے سے پہلے لازم قرار دے دیا جائے تو اس عبارت کا ادا کرنے والا (اپنی مرضی کے خلاف) اس کا پابند ہو جائے گا جو درست نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع،ملخص،۵: ۱۳۳-۱۳۴)

پس اگر بائع یا مشتری میں سے کسی ایک نے ایجاب کیا تو دوسرے کو اس مجلس کے اختتام تک اختیار ہوگا کہ چاہے تو یہ پیشکش قبول کر لے اور چاہے تو رد کر دے۔ یہ اختیار شرعی اصطلاح میں ''خیار قبول'' کہلاتا ہے۔اگر دوسرے کو ''خیار قبول'' حاصل نہ ہو تو گویا اس کی مرضی کے بغیر اسے سودے کا پابند بنانا ہوگا۔ چونکہ دوسرے فریق کے قبول سے پہلے محض ایجاب پر بیع کا حکم مرتب نہیں ہوتا، لہٰذا ایجاب کنندہ کو اختیار ہے کہ وہ دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے اپنے ایجاب سے رجوع کر لے۔ایسا کرنے سے کسی کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

یہ اختیار (اختیار قبول اور اختیار رجوع) مجلس کے اختتام تک برقرار رہتا ہے۔مجلسِ واحد متفرق امور کے لیے جامع کا حکم رکھتی ہے، لہٰذا سہولت کی خاطر اس کے مختلف لمحات ایک ہی

ساعت شمار ہوتے ہیں۔

بائع اور مشتری میں سے کوئی بھی اگر قبول کرنے سے پہلے اس مجلس سے اٹھ کھڑا ہوا تو ایجاب باطل ہو جائے گا، کیونکہ مجلس سے اٹھ کھڑے ہونا بیع سے اعراض ور جوع کی علامت ہے، اور ایجاب سے پہلے انہیں رجوع کا حق بھی حاصل ہوتا ہے۔

واضح رہے کہ احناف کے نزدیک ایجاب وقبول سے معاہدہ لازم اور نا قابلِ فسخ ہو جاتا ہے۔ بعض دیگر فقہاء کے نزدیک وہ مجلس معاہدہ کے اختتام تک قابل فسخ رہتا ہے۔ مجلس معاہدہ میں معاہدے کو فسخ کرنے کے اس اختیار کو خیار مجلس کہا جاتا ہے۔ (الهداية ۳: ۲۱)

حنبلی نقطۂ نظر

ابوالقاسمؒ نے فرمایا: ''بائع اور مشتری دونوں کو (سودا فسخ کرنے یا اسے قبول کرنے کا) اختیار حاصل ہے، جب تک کہ وہ جسمانی طور پر ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں''۔ اس (حق فسخ وقبول) سے بیع غیر لازم ہو جاتی ہے۔ دونوں سودا کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اس وقت تک بیع فسخ کرنے کا حق حاصل رہتا ہے جب تک وہ ایک جگہ موجود ہوں اور ابھی تک جدا نہ ہوئے ہوں۔ یہ اکثر اہل علم کا قول ہے۔ یہی حضرات عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، ابو ہریرہؓ اور ابو برزہؓ کا مسلک ہے۔ حضرات سعید بن المسیبؒ، شریحؒ، شعبیؒ، عطاءؒ، طاؤسؒ زہریؒ، اوزاعیؒ، ابن ابی ذئبؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ، ابوعبیدؒ اور ابوثورؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام مالکؒ اور اصحاب رائے کا کہنا ہے کہ معاہدہ ایجاب وقبول سے لازم (نا قابل فسخ) ہو جاتا ہے، کیونکہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ بیع یا تو ایک طے پانے والا سودا ہے، یا وہ رد وقبول کے اختیار کا نام ہے۔ پھر یہ کہ وہ ایک عقد معاوضہ ہے، لہٰذا وہ نکاح اور خلع کی طرح معاہدہ ہونے کے ساتھ ہی نا قابل فسخ ہو جاتا ہے۔

ہماری دلیل عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب دو افراد سودا کریں تو ان میں سے ہر ایک کو اس وقت تک اسے فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے، جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں، یا ان میں سے ایک دوسرے کو اس سودے کو (ایک مخصوص وقت کے اندر) رد یا قبول کرنے کا اختیار دے دے، (ایسی صورت میں بھی وہ بیع غیر لازم اور قابل فسخ ہو جاتی ہے)۔ پس

اگر کسی نے دوسرے کو ایسا حق یا اختیار دے دیا، اور اس حق فسخ وقبول کے ساتھ انہوں نے بیع کی تو وہ بیع اختیار دینے والے کے حق میں لازم ہوگی۔ اور اگر سودے کے بعد وہ اس حال میں جدا ہوئے کہ کسی نے اس سودے کو ترک نہیں کیا تھا تو پھر بھی بیع لازم اور ناقابل فسخ ہوگی'' (متفق علیہ)۔ ایک اور روایت میں نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''سودا کرنے والوں کو اختیار (فسخ وقبول) اس وقت تک ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوجائیں''۔ یہ حدیث اس مسئلے میں بہت واضح ہے۔ بہت سے اہل علم نے امام مالکؒ کی مخالفتِ حدیث کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے، حالانکہ یہ حدیث ان کے نزدیک ثابت ہے اور انہوں نے خود بھی اسے روایت کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''تفریق'' سے مراد تفرق بالاقوال ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے **وماتفرق الذین أوتوا الکتاب**۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ استدلال غلط ہے۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ جو بات وہ کہہ رہے ہیں، اس کی خود لفظ یا عبارت میں گنجائش موجود نہیں ہے، کیونکہ سودا کرنے والوں کے درمیان کوئی لفظی یا فکری علیحدگی واقع نہیں ہوتی، بلکہ ثمن اور بیع پر اختلاف ہوتا ہے جو بعد میں اتفاق کی صورت اختیار کرسکتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طرح کی تعبیر وتفسیر سے حدیث کا مقصد ہی فوت ہوجاتا ہے، کیونکہ یہ اختیار تو بائع اور مشتری کو پہلے ہی حاصل ہے کہ وہ معاہدہ کرنے سے پہلے یہ سودا ترک کردیں، یا اسے مکمل کریں (اس کے برعکس حدیث سودا مکمل ہونے کے بعد انہیں مجلسِ معاہدہ کے اندر سودے کو رد کرنے کا حق دیتی ہے)۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ حدیث میں یوں آیا ہے کہ ''دو افراد جب بیع کرلیں تو ان میں سے ہر ایک کو اختیار (فسخ وقبول) حاصل ہے''۔ اس حدیث میں فریقین کو فسخ بیع کا حق سودا ہوجانے کے بعد دیا گیا ہے۔ چوتھی وجہ ابن عمرؓ کا عمل ہے جو اس حدیث کی تشریح کرتا ہے۔ ابن عمرؓ کا عمل یہ تھا کہ جب وہ کوئی سودا کرلیتے تو چند قدم چلتے، تاکہ سودا لازم اور ناقابل فسخ ہوجائے۔

بائع اور مشتری کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کے بعد بیع لازم ہوجاتی ہے۔ یہ بات مذکورہ حدیث سے ثابت ہے۔ فریقین کی علیحدگی کے بعد بیع کے لازم ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔ (اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ) علیحدگی کی کیفیت کیا ہوگی۔ اس میں لوگوں

کے عرف وعادت کو مدنظر رکھا جائے گا کہ وہ کس چیز کو علیحدگی کہتے ہیں۔(مذکورہ حدیث میں) شارع نے اسے مدارِ حکم تو بنایا ہے، تاہم اس کی کیفیت بیان نہیں کی۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شارع کا علیحدگی سے مقصود کوئی ایسا مفہوم ہے جسے لوگ جانتے ہیں جیسے قبضے اور حرز کا مفہوم۔اگر وہ دونوں کسی کھلی جگہ جیسے وسیع وعریض مسجد یا صحرا میں ہوں، تو ان کے درمیان علیحدگی اس طرح ہوسکتی ہے کہ ان میں سے ایک اپنے ساتھی کی طرف پیٹھ موڑ کر چند قدم آگے کی طرف چلنا شروع کردے۔ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ساتھی سے اتنا دور ہوجائے کہ عام طور پر اس کی بات سنائی نہ دے سکتی ہو۔ابوالحارث کہتے ہیں کہ امام احمد سے جسمانی علیحدگی کی کیفیت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس طرح واقع ہوتی ہے کہ ایک شخص ایک سمت چلا جائے اور دوسرا دوسری سمت چلا جائے۔مسلم، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب کوئی سودا اس ارادے سے کرتے کہ اسے فسخ نہیں کرنا ہے، تو وہ تھوڑا سا چلتے اور پھر لوٹ آتے۔اگر بائع ومشتری کسی بڑے گھر میں ہوں جس کے بہت سے کمرے ہوں تو علیحدگی کا مطلب ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چلے جانا ہے۔اگر کسی چھوٹے گھر میں ہوں تو علیحدگی کا مطلب ایک کا چھت پر چلے جانا یا باہر نکل جانا ہے، تاہم اگر مشتری خود ہی بائع ہو، مثلاً اپنے مال میں سے اپنے لڑکے کے لیے کوئی چیز خریدے تو اس صورت میں اسے خیارِ مجلس حاصل نہیں ہوگا۔ (المغنی ۶:۱۰-۱۲)

اگر فروخت شدہ سامان خیار مجلس کے عرصے میں تلف ہوگیا، یا وہ کوئی غلام تھا جسے مشتری نے آزاد کردیا، یا وہ مرگیا، تو ان صورتوں میں فریقین کا اختیار ختم ہوجاتا ہے۔ (المغنی ۶: ۱۷)

۲۔ خیارشرط (تین دن کے اندر معاہدہ فسخ کرنے کا اختیار)

خیارشرط کی مشروعیت

ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہنچی ہے کہ انہوں نے انصار کے ایک شخص کو کیے ہوئے سودے کو تین دن تک فسخ کرنے کا حق دیا۔اس شخص کا نام حبان بن منقذ تھا، اور اس کے والد کا نام منقذ بن عمر تھا، اس شخص کے نام میں اختلاف ہے۔یہ شخص اپنے سودوں میں اکثر دھوکے اور نقصان کا شکار رہتا تھا۔اس کی وجہ اس کے سر کی چوٹ تھی (جس کی وجہ سے وہ سمجھداری

کے ساتھ سودے کرنے سے معذور تھا)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ جب بھی تم کوئی چیز فروخت کرو تو خریدار سے کہہ دیا کرو: ''کوئی دھوکہ نہیں اور مجھے تین دن کا اختیار ہے، (یعنی میں تین دن کے اندر سودے کو فسخ کرنے کا حق محفوظ رکھتا ہوں)''۔ وہ لام کا تلفظ ادا کرنے سے معذور تھا، اس لیے وہ لا خلابة کی بجائے لا حزابة کہا کرتا تھا۔ اس حدیث سے خیار شرط کے ساتھ سودا کرنے کا جواز ملتا ہے، اگرچہ قیاس یا عمومی قاعدہ ایسی شرط کی اجازت نہیں دیتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خیار یا حق فسخ وقبول کی شرط معاہدۂ بیع کو معلق کر دیتی ہے (اس کی وجہ سے معاہدہ فوری طور پر نافذ العمل نہیں رہتا اور بائع ومشتری ثمن ومبیع سے فائدہ اٹھا نہیں سکتے)، جب کہ مالی عوض والے معاہدے کو کسی امر پر معلق نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے معاہدات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لازم وناقابل فسخ ہوں، اور فوری طور پر ان کا نفاذ ہو اور ان کے نتیجے میں ملکیت مشتری کو منتقل ہو جائے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ ہم نے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بارے میں حدیث، نیز لوگوں کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے قیاس کے تقاضے کو نظر انداز کر دیا، (یعنی خیار شرط کی اجازت حدیث رسولؐ اور عوامی مصلحت وضرورت کی بناء پر ہے نہ کہ قیاس اور عمومی قاعدے کی بناء پر)۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ بیع معائنہ سے طے پاتی ہے۔ اس کا مقصد مبیع سے فائدہ اٹھانا اور اس سے نفع حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ چیز اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب آدمی خود اس کا بغور معائنہ کرے اور اپنے دوستوں کو دکھائے۔ اس مقصد کے لیے اس خیار (حق ردوقبول) کی شرط معاہدے میں رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ یہ بھی معروف امر ہے کہ شریعت نے بہت سے عقود کو محض لوگوں کی ضرورت کی بناء پر جائز کیا ہے، جیسے عقد اجارہ اور اس جیسے دیگر عقود۔ اس پس منظر میں اگر لوگوں کی ضرورت کی بناء پر کوئی معاملہ جائز ہو سکتا ہے تو شرط خیار کے ساتھ معاہدۂ بیع تو بطریق اولیٰ جائز ہونا چاہیے، (کیونکہ اس کی ضرورت اجارے سے کہیں زیادہ ہے)۔

(المبسوط ۱۳: ۴۰-۴۱)

خیار شرط کی مدت

خیار شرط کی مدت کا تعین تین دن یا اس سے کم کیا گیا ہے۔ خیار شرط کے لیے تین دن

سے زیادہ کا عرصہ جائز نہیں۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام زفرؒ کی رائے ہے۔ امام ابو یوسفؒ اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک خیار شرط (کے استعمال) کا عرصہ تین دن سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے، بشرطیکہ مدت کا تعین کرلیا جائے، قطع نظر اس کے کہ مدت کم ہے یا زیادہ۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: ''مسلمان شرائط معاہدہ کے پابند ہیں''۔ اس حدیث کی رو سے اگر کسی نے خیارِ شرط کے لیے ایک ماہ کی مدت مقرر کی تو فریقین پر اس کی پابندی لازم ہوگی۔ مزید براں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو اونٹنی کے سودے میں دو ماہ کا اختیار ردوقبول دیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مدت معاہدے کے ساتھ بطور شرط وابستہ ہے، اس لیے اسے تین دن تک محدود کرنا درست نہیں، جیسے ثمن کی ادائیگی کی مدت (ثمن کی ادائیگی کی مدت تین دن سے زیادہ بھی ہوسکتی ہے)، چنانچہ جس مقصد کے لیے خیار شرط وضع کیا گیا ہے، اس کے لحاظ سے تین دن یا اس سے زیادہ کی مدت دونوں برابر ہیں۔ مزید براں اسی طرح کا خیار (اختیار ردوقبول) مشتری کو مبیع میں کسی نقص وعیب کی صورت میں، یا ان دیکھی چیز کو خریدنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، جسے خیار عیب اور خیار رویت کہا جاتا ہے۔ خیار عیب اور خیار رویت کی صورت میں مشتری اپنا حق فسخ وقبول تین دن سے زیادہ کی مدت میں بھی استعمال کرسکتا ہے، تو جب خیار شرط سے ملتے جلتے ''خیارات'' میں تین دن سے زیادہ کا عرصہ جائز ہے تو خیار شرط کی صورت میں کیوں ناجائز ہو۔ امام ابوحنیفہؒ کا استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن کا وقت مقرر کیا ہے۔

اب یہاں تین طرح کے احتمالات ہوسکتے ہیں:

اولاً: یہ تعین تین دن سے زیادہ کے عرصے کی ممانعت کے لیے ہو۔

ثانیاً: تین دن سے کم عرصے کی ممانعت کے لیے ہو۔

ثالثاً: ان دونوں میں کسی ایک مدت کی ممانعت کے لیے ہو۔

جہاں تک تین دن سے کم عرصے کا تعلق ہے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جائز ہے۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ شارع کی طرف سے خیارِ شرط کے عرصے کا تعین تین دن سے زیادہ کے عرصے کی ممانعت کے لیے تھا۔ اگر تین دن پر اضافے کی ممانعت مقصود نہ ہوتی تو پھر تعین مدت کی ضرورت

☆ التاسیس خیر من التاکید ☆ تاسیس تاکید کی نسبت بہتر ہوتی ہے ☆

کیا تھی؟

صاحب شرع نے یہ جو تین دن کا عرصہ مقرر کیا ہے، یہ فائدے اور مصلحت سے خالی نہیں۔ بنیادی طور پر خیارِ شرط سے معاہدے میں ابہام وغیر یقینیت پیدا ہوتی ہے۔ خیار شرط کا عرصہ جتنا زیادہ ہوگا، اتنا ہی غیر یقینیت میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ اس کی تائید نبی اکرمؐ کی حدیث سے ہوتی ہے کہ آپؐ نے اِبہام اور غیر یقینی امور (غرر) پر مشتمل سودوں سے منع فرمایا۔ ہم نے قیاس اور عمومی قاعدے کو خیار شرط والی حدیث کی بناء پر چھوڑ دیا ہے، اور تین دن کے عرصے کے لیے خیار شرط کو قبول کرلیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معمولی ابہام اور غرر کے ساتھ یہ معاہدہ جائز ہے، جب کہ زیادہ ابہام وغیر یقینیت (جو تین دن سے زیادہ کی مدت کی وجہ سے وجود میں آتی ہے) کے ساتھ یہ معاہدہ درست نہیں۔ (المبسوط ۱۳: ۴۱)

خیار شرط کب ساقط ہوتا ہے؟

اگر خیار شرط (حق فسخ وقبول) خریدار کو تین دن کے لیے حاصل تھا اور وہ اپنا حق یا اختیار استعمال کرنے سے پہلے مرگیا تو خیار شرط ساقط ہوجائے گا اور بیع لازم ہوجائے گی۔ اسی طرح اگر خیار بائع کے لیے تھا اور وہ مرگیا، یا دونوں کے لیے تھا اور وہ دونوں مرگئے تو بیع لازم اور ناقابل فسخ ہوجائے گی۔ فقہاء کا اس امر پر بھی اتفاق ہے کہ جس شخص کو خیار حاصل تھا، اس کے علاوہ دوسرا فریق مرگیا تو صاحب خیار کا خیار اب بھی باقی سمجھا جائے گا۔ ہمارے نزدیک خیارِ شرط وراثت میں منتقل نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ وہ ورثاء کو منتقل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ جس شخص کو خیار حاصل تھا، اس کا وارث یہ استعمال کرسکتا ہے، کیونکہ یہ ایک ناقابل فسخ حق ہے جس کا تعلق معاہدۂ بیع سے ہے، لہٰذا صاحب خیار کی غیر موجودگی میں وارث اس کا قائم مقام ہوگا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے مبیع یا ثمن کی ملکیت کے معاملے میں اور حق کفالت ورہن میں وارث میت کا جانشین ہوتا ہے، تاہم خیار قبول اور قرض کی مدت ادائیگی کے معاملے میں وہ اس کی جانشینی نہیں کرسکتا، کیونکہ مدت بیع کا حصہ نہیں، بلکہ یہ دین کی صفت ہے۔ مزید براں وراثت تو نام ہی اس چیز کا ہے جس سے وارث مستفید ہوسکیں، جب کہ مہلت ادائیگی قرض کو باقی رکھنے میں کسی کا کوئی

مفاد نہیں، لہٰذا مقروض کی موت کے ساتھ ہی مہلت ادائیگی ساقط ہو جائے گی اور قرض فوری طور پر واجب الادا ہو جائے گا، (یعنی مہلت کا یہ حق جو مورث کو حاصل تھا، وارث کو منتقل نہیں ہوگا)۔ میت کے ذمے یہ قرض اس وقت تک واجب الادا ہے جب تک اس کی طرف سے ادا نہ کر دیا جائے۔ وارث بھی اس وقت تک ترکے میں کوئی آزادانہ تصرف نہیں کر سکتا۔ خیار قبول اور مہلت ادائیگی قرض کے برعکس خیار شرط ورثاء کو منتقل کرنے میں وارث اور مورث دونوں کا مفاد ہے، کیونکہ اس کے ذریعے متوقع نقصان اور دھوکے کا سد باب کیا جا سکتا ہے۔

شافعیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ خیارِ شرط فروخت شدہ چیز میں، چونکہ ایک ثابت شدہ اختیار ہے، لہٰذا وارث اس میں اپنے مورث کا اسی طرح جانشین ہوگا جس طرح وہ خیار عیب میں ہوتا ہے۔ نیز یہ بات بھی ہے کہ جس شخص کو خیار حاصل ہے، اس کی جانب سے ادا کی جانے والی چیز عرصۂ خیار میں اس کی ملک میں رہتی ہے، اور وارث متوفی کا انہی چیزوں میں جانشین بنتا ہے جو موت کے وقت اس کی ملک میں ہوں۔ چنانچہ اگر مبیع میں بائع کی ملکیت اس کی موت تک باقی ہے تو یہ ملکیت اس کے وارث کو بھی منتقل ہوگی اور اس منتقلی سے معاہدہ باطل نہیں ہوگا۔ ملکیت کے وارث کی طرف منتقل ہونے کا فطری نتیجہ اس میں ثابت شدہ خیار کی منتقلی بھی ہے، تاکہ وارث متوفی کے جانشین کے طور پر خیار کو استعمال کر سکے۔ امام شافعی کے موقف کے برعکس ہم اپنے موقف کے حق میں وہ دلیل پیش کرتے ہیں جو حاکم شہید نے اپنی کتاب میں بیان کی ہے کہ سودا خیار، یا حقِ فسخ کے ساتھ ہوا ہے، اور خیار کا مطلب سودے کو فسخ کرنے یا مبیع کو لوٹانے کے سلسلے میں صاحب خیار کا ذاتی ارادہ ہے۔ یہ ذاتی ارادہ موت کے ساتھ کسی اور کو منتقل نہیں ہوتا، کیونکہ ارادہ ومشیت ایک صفت کا نام ہے جو عام طور پر قابل انتقال نہیں ہوتی، البتہ جو چیزیں قابل انتقال ہیں، وہی وراثت میں ورثاء کو ملتی ہیں۔ اس کے برعکس جو چیزیں ناقابل انتقال ہیں جیسے متوفی کی منکوحہ اور ام ولد، تو وہ ورثاء کو منتقل نہیں ہوتیں۔ اسی طرح معاہدہ بھی وارث کو منتقل نہیں ہوتا، کیونکہ منتقل وہ چیز ہوتی ہے جو باقی ہو، جب کہ معاہدہ تو ایک زبانی قول (ایجاب وقبول) تھا جو زمانۂ ماضی کا حصہ بن گیا اور اب باقی نہیں، لہٰذا ورثاء کی طرف اس کی منتقلی ناقابل تصور ہے۔ ہاں!

البتہ وارث کو اِقالہ کا حق حاصل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ملک بیع میں، نہ کہ عقد میں، متوفی کا قائم مقام ہے۔اس ملکیت کی بناء پر اسے حق اقالہ حاصل ہے۔(المبسوط ۱۳: ۴۲-۴۳)

اگر وہ فریق جسے خیار حاصل تھا، خاموش رہا، یہاں تک کہ تین دن گزر گئے، یا اس کی عقل زائل ہوگئی، یا اس پر بے ہوشی طاری ہوگئی، یا وہ مرتد ہونے کی بناء پر قتل کر دیا گیا، یا مر گیا، یعنی صاحب خیار مقررہ مدت میں اپنا اختیار استعمال نہیں کر سکا، تو بیع لازم اور نا قابل فسخ ہو جائے گی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حق ایک خاص مدت کے لیے ہے، وہ اس مدت کے گزرنے پر ساقط ہو جاتا ہے۔ بیع تو اصلاً ایک لازم اور نا قابل فسخ معاہدہ ہوتا ہے۔خیار اس کے لزوم میں صرف مانع ہوتا ہے۔ یہ خیار جیسے ہی ساقط ہوتا ہے، چاہے کسی وجہ سے بھی ہو، تو بیع دوبارہ لازم ہو جاتی ہے۔اگر خیار مشتری کو حاصل ہو اور خرید کردہ سامان اس کے ہاتھ میں تلف ہو جائے، تو قیمت مشتری پر واجب الادا ہو جائے گی اور خیار ساقط ہو جائے گا، کیونکہ جب سامان تلف ہو گیا تو وہ اس حق کو استعمال کرنے سے معذور ہو گیا، اور تلف ہونے سے وہ سامان متعین ہو گیا۔خیار شرط کے بموجب اس پر لازم تھا کہ وہ اسے اسی حالت میں واپس کرتا جس میں اس نے اس پر قبضہ کیا تھا، تلف ہونے کے بعد وہ ایسا کرنے سے قاصر ہے، لہٰذا اس کا خیار ساقط ہو گیا اور بیع لازم ہوگئی۔ اب چونکہ مبیع اس کے پاس ہے، لہٰذا اس پر قیمت کی ادائیگی بھی لازم ہوگئی۔

اسی طرح اگر فروخت شدہ سامان میں اس کے فعل، یا کسی اور کے فعل کے نتیجے میں، یا کسی آسمانی آفت، یا مبیع کے اپنے فعل کے نتیجے میں کوئی عیب و نقص پیدا ہو گیا تو اس کا خیار یا حق فسخ ساقط ہو گیا۔اسی طرح اگر اس نے سامان کو بیچنے کے لیے پیش کیا، تب بھی اس کا خیار ساقط ہو جائے گا، کیونکہ سامان کو بیچنے کے لیے پیش کرنا ایک قسم کا تصرف ہے جو کسی چیز کے مالک ہونے کی بناء پر ہوتا ہے۔ یہ تصرف اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس نے اپنا اختیار ساقط کر دیا ہے اور سودے پر راضی ہو گیا ہے۔اس رضا مندی کی بناء پر سامان پر اس کی ملکیت قائم ہوگئی ہے۔اسی طرح اگر اس نے کہا کہ میں اس سودے پر راضی ہوں، تب بھی اس کا سامان کو واپس کرنے کا حق ساقط ہو گیا۔ (المبسوط ۱۳: ۴۴)

۳۔ خیار رویت

خیار رویت کی مشروعیت

اگر کسی شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جواس نے دیکھی نہیں تھی تو ایسی بیع جائز ہے اور چیز کو دیکھنے پر اسے اختیار ہے کہ چاہے تو پوری قیمت دے کر چیز لے لے، یا اسے واپس کردے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس طرح کی بیع سرے سے درست نہیں، کیونکہ اس سودے میں مبیع مجہول و نامعلوم ہے۔ ہماری دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے: ''جس نے کوئی چیز دیکھے بغیر خریدی تو اسے چیز دیکھنے پر اختیار (ردوقبول) حاصل ہوگا''۔ دوسری بات یہ ہے کہ نہ دیکھنے کی وجہ سے مبیع (فروخت شدہ سامان) کا مجہول ہونا ایسا امر نہیں ہے جو جھگڑے کا باعث بنے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خریدار کو یہ حق حاصل ہے کہ دیکھنے پر، اگر اسے چیز پسند نہ آئے تو اسے رد کردے۔ یہ عملاً اس مبیع کی طرح ہے جو سامنے موجود ہو اور جس کی اشارے سے نشاندہی بھی کردی گئی ہو، تاہم اس کے ضروری اوصاف غیر معلوم ہوں۔

اگر خریدار مبیع کو دیکھنے سے پہلے کہہ دے کہ میں سودے پر راضی ہوں، پھر وہ مبیع کو دیکھے، تب بھی اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا، کیونکہ شریعت نے جو اختیار دیا ہے، وہ دیکھنے پر موقوف ہے، اس لیے دیکھنے سے پہلے وہ ساقط نہیں ہوگا۔ دیکھنے سے پہلے اسے عقد کو فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ یہ حق فسخ اس بناء پر اسے حاصل ہے کہ ابھی معاہدہ لازم نہیں ہوا، نہ کہ اس بنا پر کہ یہ حدیث کا کوئی تقاضا ہے۔

چونکہ کسی چیز کے ضروری اوصاف جانے بغیر اس کی خریداری پر رضامندی معتبر نہیں، لہٰذا اس کا یہ کہنا کہ ''میں راضی ہوں'' قابل اعتبار نہیں، البتہ اس کا یہ کہنا کہ ''میں نے سودا رد کیا''، درست ہے۔

خیار رویت کس کا حق ہے؟

اگر بائع نے کوئی چیز فروخت کی جو اس نے ابھی نہیں دیکھی تو اسے اختیار فسخ حاصل نہیں ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ پہلے اس کے اختیار کے قائل تھے اور اسے خیار عیب اور خیار شرط پر قیاس

کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ معاہدہ مکمل اور حقیقی رضا مندی کے ساتھ ہی تکمیل پاتا اور لازم ہوتا ہے، جب کہ مبیع کے اوصاف وخصائص جانے بغیر مکمل اور حقیقی رضا مندی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ایسی رضامندی صرف چیز کو دیکھ کر ہی دی جاسکتی ہے، چنانچہ مبیع کو بغیر دیکھے بائع بھی اس پر اپنی ملکیت کے زائل ہونے کو پسند نہیں کرے گا،(یعنی یہ خیار اسے بھی حاصل ہے، کیونکہ خیار نہ ہونے کی صورت میں چیز کی فروخت کے ساتھ ہی وہ چیز اس کی ملکیت سے نکل جائے گی)۔

بعد میں امام ابوحنیفہ نے اپنے اس قول سے، کہ یہ خیار بائع کو بھی حاصل ہے، رجوع کرلیا۔ان کا استدلال یہ ہے کہ خیار رویت خریداری پر موقوف ہوتا ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث سے ثابت ہے، لہٰذا یہ خیار صرف خریدار ہی کے لیے ہوگا۔

اس سلسلے میں ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے بصرہ میں اپنی زمین حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ کے ہاتھ فروخت کی۔حضرت طلحہؓ سے کہا گیا کہ وہ اس سوذے میں گھاٹے میں رہے۔ اس پر حضرت طلحہؓ نے کہا کہ مجھے اختیار حاصل ہے کہ اس سودے کو منظور کرلوں یا فسخ کردوں، کیونکہ میں نے جو چیز خریدی ہے، وہ اب تک نہیں دیکھی۔حضرت عثمانؓ کو بھی لوگوں نے یہ کہا کہ آپ کو اس سودے میں نقصان ہے۔انہوں نے کہا کہ مجھے اب بھی اختیار فسخ حاصل ہے، کیونکہ میں نے زمین بغیر دیکھے فروخت کی ہے۔دونوں حضرات نے حضرت جبیرؓ بن مطعم کو اس معاملے میں اپنا ثالث بنایا۔حضرت جبیرؓ نے حضرت طلحہؓ (جو خریدار تھے) کے حق میں خیار کا فیصلہ دے دیا۔ یہ معاملہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں طے پایا۔

خیار رویت کی مدت

خیار رویت کے لیے کوئی مدت مخصوص نہیں۔یہ اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک اسے باطل کردینے والا کوئی امر نہ پایا جائے۔

خیار رویت کب ساقط ہوتا ہے؟

وہ تمام امور جو خیار شرط کو ساقط کرتے ہیں جیسے مبیع میں نقص پیدا ہو جانا یا خریدار کا اس میں کوئی تصرف کرنا، وہ خیار رویت کو بھی ساقط کردیتے ہیں۔

لیکن اگر تصرف کی نوعیت ایسی ہو کہ اس کا ازالہ ممکن نہ ہو، جیسے کوئی غلام خریدا اور اسے آزاد کردیا، یا رویت سے پہلے اسے مدبر بنادیا، یا تصرف کی نوعیت ایسی ہو کہ جس سے اس چیز پر غیر کا حق ثابت ہو جائے، جیسے بیع، رہن، اجارہ وغیرہ، (یعنی وہ چیز فروخت کردی، یا اجارے پر دے دی یا بطور رہن کسی کے پاس رکھوادی) تو ایسے تصرفات سے خیار رویت باطل ہو جاتا ہے۔ ان تصرفات کی بناء پر عقد لازم ونا قابل فسخ ہو جاتا ہے، لہٰذا خیار بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

اگر تصرف کی نوعیت ایسی ہے جو غیر کا حق ثابت نہیں کرتی، مثلاً خیارِ شرط کے ساتھ بیع، یا مول تول اور بھاؤ کرنے کے لیے اس چیز کو پیش کرنا، یا اس طور پر ہبہ کرنا کہ وہ چیز موہوب لہ کے سپرد نہ کی جائے تو ان تصرفات سے خیارِ رویت باطل نہ ہوگا۔ رویت کے بعد اس طرح کے تصرفات سے خیار ساقط ہو جائے گا، کیونکہ یہ تصرف اس کی رضامندی کا اظہار ہیں۔

جس شخص نے غلے کے ڈھیر پر نظر ڈالی، یا لپٹے ہوئے کپڑے کی بیرونی تہہ یا جانور کے چہرے اور سرین پر نظر ڈالی تو ان صورتوں میں مشتری کا خیار رویت باقی نہیں رہے گا۔ خیار رویت کے استعمال کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ ساری کی ساری مبیع کا دیکھنا شرط اور ضروری نہیں، کیونکہ بعض اوقات پوری مبیع کا دیکھنا مشکل ہوتا ہے، لہٰذا ان حصوں کے دیکھنے کو کافی سمجھا جائے گا جن سے اصل مقصود سے آگاہی میں مدد مل سکتی ہو۔ (الهداية ۳: ۳۲-۳۳)

۴۔ خیار غبن (دھوکے اور نقصان کی بناء پر سودا فسخ کرنے کا اختیار)

خیار غبن کی اقسام

خیار غبن کی تین قسمیں ہیں:

پہلی قسم تلقی الرکبان ہے۔ تلقی الرکبان سے مراد یہ ہے کہ کچھ لوگ دیہات سے سامان تجارت فروخت کرنے کی غرض سے شہر لائیں، اور کچھ شہری ان لوگوں کے منڈی تک پہنچنے سے پہلے انہیں راستے میں جالیں اور ان سے سامان خرید لیں۔ الرعایة میں آیا ہے کہ تلقی الرکبان مکروہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ حرام ہے اور یہی زیادہ راجح ہے۔ تلقی الرکبان میں قصد ونیت کا پایا جانا ضروری نہیں۔ اگر کوئی شخص اہل قافلہ سے منڈی سے باہر خرید وفروخت کرے، بعد میں

☆ یقین شک کی وجہ سے زائل نہیں ہوتا ☆ (فقہی ضابطہ)

انہیں (اہل قافلہ کو) منڈی پہنچ کر یہ پتہ چلے کہ ان کے ساتھ غیر معمولی دھوکہ ہوا ہے تو انہیں سودا فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس کی دلیل نبی اکرمؐ کی وہ حدیث ہے جسے امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے: ''سامان لانے والوں سے راستے میں مت ملو، جو ان سے مل کر کچھ خرید لے تو منڈی پہنچ کر اسے اختیار (فسخ) ہوگا''۔ اہل قافلہ کو اس حق کا ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ معاہدہ اپنی جگہ درست ہے۔ ممانعت یا حرمت کا تعلق فی نفسہ بیع کے ساتھ نہیں ہے، بلکہ (ایک خارجی امر) دھوکے سے ہے جس کا ازالہ حق خیار فسخ دے کر کیا گیا ہے۔ یہ خیار فسخ مصراۃ کی بیع میں دیے گئے حق فسخ کی مانند ہے۔ (مصراۃ وہ جانور ہے جس کے تھنوں میں دودھ کو روک دیا گیا ہو، تاکہ خریدار یہ سمجھے کہ وہ زیادہ دودھ دینے والا جانور ہے، اس طرح کے سودے میں بھی شریعت نے خریدار کو حق فسخ دیا ہے)۔

دوسری قسم نجش ہے۔ خریداری کے ارادے کے بغیر محض قیمت میں اضافے کے لیے بولی دینا نجش کہلاتا ہے۔ یہ عمل حرام ہے، کیونکہ یہ مشتری کو دھوکا اور فریب دینے کے مترادف ہے۔ نجش کی صورت میں مشتری کو خیار فسخ حاصل ہے۔ المبدع میں آیا ہے کہ نظر بظاہر نجش کے عمل کے معتبر ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مشتری ناواقف ہو اور جھوٹی بولی دینے والا غیر معمولی طور پر عیار ہو، اگر مشتری کو قیمت یا صورت حال کا علم تھا، اور وہ پھر بھی دھوکے میں آ گیا تو اسے اختیار فسخ نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے خود غور وفکر نہیں کیا اور جلد بازی میں دھوکا کھا گیا۔ یہ حق فسخ مشتری کو اس صورت میں بھی حاصل ہوگا، جب جھوٹی بولی دینے والے نے بائع کے ساتھ کسی ملی بھگت کے بغیر از خود زیادہ بولی دی ہو، یا مشتری کے علم کے بغیر بائع نے خود ہی قیمت میں اس طور پر اضافہ کر دیا ہو کہ مشتری سمجھ نہ پایا ہو۔ ابن رجب نے اربعین نووی کی شرح میں لکھا ہے کہ (پورا سودا فسخ کرنے کی بجائے) قیمت کا اتنا حصہ کم یا واپس کیا جائے جس میں اسے دھوکا ہوا ہے۔ ابن رجب کی مذکورہ رائے سے ابو بکر نے التنبیہ میں اور المنہج، التلخیص، الترغیب، البلغۃ، الرعایۃ الصغری، الحاوی الصغیر، تذکرہ ابن عبدوس کے مصنفین نے بھی اتفاق کیا ہے۔

نجش کی ایک صورت یہ ہے، جیسے بائع جھوٹ بولتے ہوئے یہ کہے کہ اسے اس کی اتنی قیمت مل رہی تھی۔ اس صورت میں مشتری کو سودا فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

اسی سے ملتی جلتی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری کو یہ بتائے کہ اس نے یہ چیز اتنے میں خریدی، جبکہ حقیقی قیمت اس سے کہیں کم ہو۔ ایسی صورت میں بیع تو باطل نہیں ہوگی، لیکن مشتری کو سودا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

تیسری قسم مسترسل ہے۔ مسترسل وہ بائع یا مشتری ہے جو قیمت سے ناواقف ہو، اور اچھی طرح بھاؤ تاؤ نہ کرسکتا ہو۔ اسے بھی غیر معمولی دھوکے کی صورت میں سودا ختم کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

اس بارے میں اس کا یہ بیان کہ وہ قیمت سے ناواقف تھا، قسم کے ساتھ قبول کیا جائے گا، الا یہ کہ کوئی قرینہ اس کے دعویٔ لاعلمی کو جھٹلا رہا ہو۔ اس صورت میں اس کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔ ابن نصر اللہ کہتے ہیں کہ زیادہ قرین صحت یہ ہے کہ قسم کی بجائے وہ کوئی ثبوت پیش کرے کہ وہ قیمت سے لاعلم تھا، کیونکہ اس طرح کے معاملات میں ثبوت مشکل نہیں ہوتا۔ وہ شخص جسے چیز کی حقیقی قیمت کا علم ہے اور اس علم و واقفیت کے باوجود دھوکے کا شکار ہوتا ہے تو ایسے شخص کو حق فسخ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے محض جلد بازی کی بنا پر دھوکہ کھایا ہے۔ اگر وہ تھوڑا توقف کرتا اور جلد بازی نہ کرتا تو دھوکے کا شکار نہ ہوتا۔ (کشاف القناع عن متن الاقناع ۳:۱۹۹-۲۰۰)

۵- خیار عیب (عیب کی بناء پر سودا فسخ کرنے کا اختیار)

خیار عیب کی مشروعیت

جس شخص کو اپنے قابل فروخت سامان میں کسی عیب کا پتہ چلے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ خریدار کو اس عیب سے مطلع کیے بغیر سامان کو بیچے۔ اگر وہ عیب بیان کیے بغیر چیز بیچتا ہے تو گنہگار اور خدا کا نافرمان ہے۔ امام احمدؒ نے اس کی صراحت کی ہے۔ ان کی دلیل حکیمؓ بن حزام کی یہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خرید و فروخت کرنے والے فریقین کو اس وقت تک (بیع کو فسخ کرنے کا) اختیار ہے جب تک وہ جدا نہ ہو جائیں۔ اگر اس سودے میں

انہوں نے سچ بولا اور ہر چیز کھول کر بیان کر دی تو ان کے سودے میں برکت ہوگی، اور اگر انہوں نے غلط بیانی کی اور جو بات ظاہر کرنا چاہیے تھی، اسے چھپایا تو اس سودے سے برکت اٹھ جائے گی'' (متفق علیہ)۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو کوئی چیز اس طور پر بیچے کہ اس کے عیب اور خرابی سے اسے آگاہ نہ کرے''۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے کوئی عیب دار چیز اس کا عیب بیان کیے بغیر فروخت کر دی، اس پر اللہ کی ناراضی ہوگی اور فرشتے اس پر ہمیشہ لعنت کرتے رہیں گے''۔ یہ دونوں حدیثیں ابن ماجہ نے روایت کی ہیں۔ اسی طرح ترمذی شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ہمارے ساتھ دھوکا کیا وہ ہم میں سے نہیں''۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ اسی پر اکثر اہل علم کا عمل ہے۔ ان اہل علم کے نزدیک دھوکا مکروہ ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ دھوکا حرام ہے، تاہم اگر بائع نے کوئی عیب دار چیز بیچی اور اس کا عیب بیان نہیں کیا تو ایسی بیع اکثر اہل علم کے نزدیک درست ہے۔ یہ نقطۂ نظر امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، اور امام شافعیؒ کا ہے۔ ابوبکر عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ایسا سودا باطل ہے، کیونکہ دھوکے سے منع کیا گیا ہے، اور ممانعت کا تقاضا یہ ہے کہ معاہدہ فاسد ہو۔ ہماری (حنابلہ کی) دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریہ، یعنی (تھنوں میں دودھ روک کر جانور کو بیچنے) سے منع فرمایا ہے، تاہم ایسی بیع درست ہے۔ روایت ہے کہ ابوبکر سے پوچھا گیا کہ آپ مصراۃ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب نہیں دیا۔

عیب کی بنا پر سودا فسخ کرنے کا اختیار

اگر خریدار کو مبیع میں کسی ایسی خرابی کا علم ہوا جس سے سودا کرتے وقت وہ ناواقف تھا تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو سودا اسی حالت میں قبول کرلے، یا فسخ کر دے، قطع نظر اس کے کہ بائع کو عیب کا علم تھا اور اس نے جان بوجھ کر چھپایا، یا اسے مطلقاً علم نہیں تھا۔ اس موقف کے بارے میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں۔ تصریہ کی صورت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

مشتری کو حقِ فسخ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ عیب اور خرابی کی صورت میں خریدار کو خیارِ عیب حاصل ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مطلق عقد کا تقاضا یہ ہے کہ فروخت شدہ چیز عیب سے پاک ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام خریدا تو یہ تحریر لکھ کر دی: ''یہ ہے وہ جو محمد بن عبداللہ نے العداء بن خالد سے خریدا ہے۔ اس سے ایک غلام یا لونڈی خریدی ہے، اس میں نہ تو کوئی بیماری ہے نہ بدکرداری۔ یہ مسلمان کی مسلمان کو بیع ہے''۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمان کا سودا عیب سے پاک ہوتا ہے۔ کسی چیز کی اصل حالت اس کا عیب سے پاک ہونا ہے۔ عیب ایک عارضی واتفاقی امر ہے جو اصل کے خلاف ہے۔ اگر معاہدہ مطلق ہو، یعنی عیب کے ذکر سے خالی ہو تو اسے (معاہدے کو) اپنی اصل پر محمول کیا جائے گا، اور وہ ہے مبیع کا عیب سے پاک ہونا، (یعنی یہ سمجھا جائے گا، گویا معاہدے میں یہ شرط موجود ہے کہ مبیع عیب اور خرابی سے پاک ہوگی)۔ اگر عیب سے پاک ہونے کی یہ صفت مبیع میں موجود نہ ہوئی تو معاہدے کا مقصد فوت ہو جائے گا، لہٰذا اب یہ درست نہیں ہے کہ خریدار اپنے نقصان کے بقدر قیمت لے کر اس چیز کو رکھ لے۔ پس ضروری ہے کہ یا تو وہ مبیع واپس کردے یا پوری طے شدہ قیمت پر وہ چیز رکھ لے۔

(المغنی ۶: ۲۲۴-۲۲۶)

خیارِ عیب کے استعمال کی حدود

سودا ہو جانے کے بعد اگر خریدار کو مبیع میں کوئی نقص یا عیب نظر آئے تو اسے اختیار ہے کہ چاہے تو پوری قیمت دے کر وہ چیز لے لے، یا چاہے تو اسے واپس کردے، کیونکہ معاہدے کا تقاضا یہ ہے کہ مبیع نقص وعیب سے پاک ہو۔ نقص وخرابی کی صورت میں خریدار کو اختیار فسخ وقبول حاصل ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی شخص کو ایسی چیز لینے کا پابند کرنا جسے وہ پسند نہیں کرتا، اسے نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ خریدار کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ چیز تو اپنے پاس روک رکھے اور عیب کے مقابلے میں قیمت کا جو حصہ بنتا ہے، وہ بائع سے وصول کرلے، کیونکہ اوصاف مبیع کا تقابل قیمت سے نہیں کیا جا سکتا کہ وصف میں کمی بیشی کی بناء پر قیمت میں بھی تغیر آجائے۔ قیمت کو اصل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور وصف کو تابع کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ بائع بھی اس بات پر راضی نہیں ہوگا کہ وہ اپنی مقرر کردہ قیمت سے کم وصول کرلے، اور چیز اس کی ملکیت سے نکل جائے، کیونکہ اس میں اس کا نقصان ہے۔ اگر خریدی ہوئی چیز بائع کو واپس کردی جائے تو اس سے خریدار کو نقصان سے بچایا جا سکتا ہے، اور اس سے بائع کو بھی کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

امام قدوری نے فرمایا کہ تاجروں کے عرف میں جو چیز قیمت میں کمی کا باعث بنے، وہ عیب ہے (کوئی ایسی چیز جو مبیع، یعنی تجارتی سامان کی قیمت کو گھٹاتی ہو، عیب ہے)، کیونکہ ضرر کا تعلق چیز کی مالیت میں کمی سے ہوتا ہے۔ اس قیمت کی معرفت کا دارومدار اہل تجارت کے عرف پر ہے۔ (الھدایہ ۳: ۳۶)

امام قدوری نے فرمایا کہ جب مبیع میں مشتری کے ہاں کوئی خرابی پیدا ہو۔ اسی دوران میں اسے مبیع میں پرانے عیب کا پتہ چلے جو بائع کے ہاں تھا تو مشتری کو مبیع واپس کرنے کا اختیار نہیں۔ وہ بائع سے عیب کے بقدر ادا شدہ قیمت واپس لے سکتا ہے۔ بائع کو مبیع واپس کرنے کی ممانعت اس بناء پر ہے کہ اس طرح بائع کو نقصان ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مبیع اس کی ملکیت سے نکلی تھی تو وہ موجودہ نقص سے (جو مشتری کے ہاں ظاہر ہوا ہے) خالی تھی، مگر اب واپسی ناقص حالت میں ہوگی، لہٰذا واپسی کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ، چونکہ مشتری کے نقصان کی تلافی بھی ضروری ہے، لہٰذا اسے اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے نقصان کے بقدر بائع سے رقم وصول کرلے۔ اگر بائع خود موجودہ عیب کے باوجود چیز واپس لینے پر راضی ہو تو واپس کرنا درست ہے۔ اس کے درست ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بائع خود اپنے نقصان پر رضامند ہے۔

اگر کسی شخص نے کپڑا خریدا، بعد میں اسے (سینے کی غرض سے) کاٹ دیا۔ کاٹنے کے بعد اسے نقص کا پتہ چلا تو خریدار نقص کے مطابق قیمت میں کمی کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ خریدار کپڑا واپس نہیں کرسکتا، کیونکہ کپڑے کو کاٹ دینے کی وجہ سے اب واپسی ممکن نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کاٹنا خود ایک نیا عیب ہے جو کپڑے میں پیدا ہوگیا ہے، تاہم اگر بائع کہے کہ مجھے کاٹا ہوا کپڑا ہی منظور ہے تو کپڑے کی واپسی جائز ہے۔ ممانعت محض بائع کے حق کی حفاظت کے لیے تھی، اب

چونکہ وہ خود اس پر راضی ہے، تو یہ واپسی درست ہے۔

اگر مشتری مذکورہ کپڑے کو فروخت کر دے تو اب بائع سے کچھ نہ لے سکے گا، کیونکہ بائع کی رضامندی کی صورت میں ہی اس کی واپسی ممکن تھی۔اب اگر اس نے مبیع اسے واپس نہیں کی تو گویا خریدار اپنی مرضی سے مبیع کو رکھے ہوئے ہے، اور اسے بیچنے کی صورت میں وہ اپنے پچھلے نقصان کی تلافی کا بائع سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔

اگر مشتری نے کپڑا کاٹ کر سی لیا، یا اسے رنگ دیا، یا خرید کردہ ستو کو گھی میں ملا دیا، بعد میں اسے عیب کا پتہ چلا تو بقدر نقصان بائع سے رجوع کر سکتا ہے، کیونکہ مبیع میں مذکورہ اضافے اور تبدیلی کی بناء پر وہ اسے واپس نہیں کر سکتا۔اب یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ رنگ کو کپڑے سے اور گھی کو ستو سے جدا کرلے، لہٰذا واپسی ممکن نہیں۔

نیز بائع کے لیے بھی جائز نہیں کہ اضافے کے ہوتے ہوئے مبیع واپس لے، کیونکہ یہ ممانعت حق شرع کی حفاظت کی بناء پر ہے، بائع کے حق کی بناء پر نہیں۔ (الھدایۃ ۳:۴۷)

خیار عیب کے استعمال کی مدت

عیب کی بناء پر خرید کردہ چیز کو واپس کرنے کا حق تاخیر سے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر کسی شخص کو عیب کا علم ہوا، اور اس نے چیز واپس کرنے میں تاخیر کر دی، تو اس سے اس کا حق واپسی باطل نہیں ہوگا۔ہاں! البتہ اگر اس سے کوئی ایسا تصرف صادر ہو جائے جو سودے پر اس کی رضامندی کو ظاہر کرے تو تب اس کا حق واپسی ختم ہو جائے گا۔ یہ بات ابوخطاب نے کہی ہے۔ قاضی ابویعلیٰ کے قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس مسئلے میں دو آراء ہیں: ایک رائے یہ ہے کہ عیب کی بناء پر چیز کی واپسی میں تاخیر جائز ہے۔دوسرا قول یہ ہے کہ واپسی فوراً ہونا چاہیے۔ یہ امام شافعی کا مسلک بھی ہے۔اس دوسرے موقف کی رو سے خریدار پر لازم ہے کہ جیسے ہی وہ عیب سے آگاہ ہو، مبیع بائع کو واپس کر دے۔اگر اس نے واپسی کو ممکن ہونے کے باوجود مؤخر کر دیا تو اس کا خیار عیب باطل ہو جائے گا، کیونکہ یہ بات مبیع پر اس کی رضامندی اور اطمینان کو ثابت کرتی ہے، لہٰذا اس کا خیار ساقط ہو گیا۔یہ ایسے ہی سمجھا جائے گا، جیسے اس نے مبیع میں کوئی تصرف کر لیا ہے۔ہم

(حنابلہ) یہ کہتے ہیں کہ خیار عیب عملاً ایک واقع ہو جانے والے نقصان کی تلافی کے لیے ہے، قصاص کی طرح اس کے استعمال میں بھی تاخیر جائز ہے۔ خریدار کا چیز کو روکے رکھنا ہمارے نزدیک رضامندی کی دلیل نہیں۔ **(المغنی ۶:۲۲۶)**

مشتری کو کن صورتوں میں خیار عیب حاصل ہوتا ہے؟

۱- مبیع میں عیب بیع کے وقت یا اس کے بعد، لیکن مشتری کو اس کا قبضہ دینے سے پہلے موجود ہو۔ اگر یہ عیب قبضہ لینے کے بعد مشتری کے ہاں پیدا ہوا تو اس سے خیار ثابت نہیں ہوگا۔ خیار عیب اس بناء پر ثابت ہوتا ہے کہ از روئے عقد مبیع کو عیب وخرابی سے پاک ہونا چاہیے۔ مبیع میں عیب کا مطلب معاہدے کی ایک صفت وشرط کا فوت ہونا ہے۔ اس ضروری صفت وشرط کے فوت ہونے کی بنا پر مشتری کو خیار عیب حاصل ہوتا ہے۔

۲- ایک شرط یہ ہے کہ عقد اور قبضے کے وقت مشتری اس عیب سے ناواقف ہو۔ اگر وہ ان اوقات میں عیب کی موجودگی سے واقف تھا تو اس کا خیار عیب ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ عیب اور خرابی کا علم ہونے کے باوجود اسے خریدنا رضامندی کی دلیل ہے۔ اگر مشتری کو معاہدے کے وقت تو عیب کا علم نہیں تھا، لیکن قبضہ لیتے وقت اسے علم ہو گیا، تب بھی اسے اختیار فسخ حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ سودا قبضے یا سپردگی سے ہی عملاً مکمل ہوتا ہے، لہٰذا قبضے کے وقت علم معاہدے کے وقت علم کی طرح سمجھا جائے گا۔

۳- ایک شرط یہ بھی ہے کہ معاہدے کے وقت بائع نے عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط عائد نہ کی ہو۔ کیوں کہ ہمارے نزدیک عیب سے بری ہونے کی شرط درست ہے تو جب اس (مشتری) نے اس (بائع) کو بری کر دیا تو اس نے گویا اپنا حق ساقط کر دیا، لہٰذا اس کا ساقط کرنا درست ہے، اور ضرورتاً وہ حق ساقط ہو جائے گا۔

عیب سے بری الذمہ ہونے کی شرط

حنفی نقطۂ نظر

امام قدوری نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی سامان فروخت کیا اور ساتھ ہی تمام عیوب

سے بری الذمہ ہونے کی شرط لگائی تو اب مشتری کسی عیب کی بناء پر واپس نہیں کر سکتا، چاہے بائع نے عیوب کی نام بنام نشان دہی نہ کی ہو۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ بری الذمہ ہونے کی شرط عائد کرنا درست نہیں۔ ان کا مسلک اس باب میں یہ ہے کہ حقوق مجہولہ سے براءت درست نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ابراء، یعنی بری کردینے میں تملیک کے معنی پائے جاتے ہیں، کیوں کہ رد کردینے سے وہ برأت رد ہو جاتی ہے، اور مجہول چیز کا مالک بنانا درست نہیں ہوتا۔

ہماری (یعنی احناف کی) دلیل یہ ہے کہ کسی حق کے ساقط کرنے کے معاملے میں لاعلمی کسی جھگڑے اور نزاع کا موجب نہیں ہوتی، اگر چہ اس میں ضمناً تملیک ہی کیوں نہ موجود ہو، کیوں کہ اس صورت میں کسی چیز کے سپرد کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہ لاعلمی یا ابہام عقد کو فاسد کرنے کا موجب نہیں بنتے۔ (الهداية ۳: ۴۱)

عیوب جن پر اس شرط کا اطلاق ہوگا۔

اگر بائع نے بری الذمہ ہونے کی شرط کو ایسے عیب کے ساتھ منسلک کیا جو عقد کے وقت موجود ہو تو یہ شرط عقد کے بعد اور قبضہ سے پہلے پیدا ہونے والے عیب کو بالاتفاق شامل نہ ہوگی، خواہ یہ براءت عمومی نوعیت کی ہو، جیسے اس نے کہا کہ ''میں مبیع میں موجود ہر عیب سے بری الذمہ ہوں''، یا کسی خاص عیب سے متعلق ہو جیسے وہ یوں کہے: ''میں فلاں عیب سے متعلق ذمہ دار نہیں ہوں'' (ان دونوں صورتوں میں عقد کے بعد اور قبضے سے پہلے پیدا ہونے والے عیب پر شرط (مذکورہ کا اطلاق نہیں ہوگا)، کیوں کہ کسی صفت کے ساتھ مقید لفظ اس صفت کے تحت نہ آنے والے مفہوم کو شامل نہیں ہوتا۔ اگر اس نے اپنے الفاظ کو مطلق رکھا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس میں عقد کے وقت موجود اور بعد میں پیدا ہونے والے عیوب داخل ہوں گے، اور امام محمد کے نزدیک نیا پیدا ہونے والا عیب اس میں داخل نہ ہوگا، اور خریدار کو اس کی بناء پر چیز واپس کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ یہی قول امام زفر کا ہے۔ (بدائع الصنائع ۵:۲۷۷)

☆ من استعجل الشئي قبل اوانه عوقب بحرمانه ☆

خیارِ عیب ساقط ہونے کے اسباب

وہ امور جن سے عیب کی بناء پر مبیع کی واپسی کا اختیار ختم ہو جاتا ہے اور بیع لازم ہو جاتی ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

۱- عیب کے معلوم ہو جانے کے بعد اس پر راضی ہو جانا۔ مشتری کو عیب دار چیز واپس کرنے کا اختیار اس بناء پر ہوتا ہے کہ عقد کی ایک شرط یہ ہے کہ مبیع عیب ونقص سے پاک ہو۔ جب مشتری کو مبیع میں عیب کا علم ہوا اور وہ معلوم ہو جانے کے بعد اس پر راضی ہو گیا تو گویا اس نے عیب ونقص سے پاک ہونے کی شرط معاہدے میں رکھی ہی نہ تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ خیار عیب تو مشتری کو لاحق ہونے والے ضرر کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جب وہ عیب دار چیز پر راضی ہو گیا تو گویا اس نے خود اپنے مفاد کا خیال نہیں رکھا، اور وہ خود اپنے نقصان پر راضی ہے۔

پھر رضامندی دو طرح کی ہوتی ہے: اول صریح رضامندی، دوم: وہ رضامندی جو صریح تو نہیں، لیکن از روئے دلالت صریح کے مفہوم میں ہے۔ اوّل الذکر کی مثال یہ ہے کہ خریدار کہے کہ میں اس عیب پر راضی ہوں، یا مجھے یہ سودا منظور ہے، یا ایسے دیگر الفاظ استعمال کرے جو ان الفاظ کے قائم مقام ہوں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عیب کا علم ہو جانے کے بعد خریدار مبیع میں کوئی ایسا تصرف کرے جو اس کی رضامندی کو ثابت کرتا ہو، جیسے اگر وہ کپڑا ہے تو اسے کو رنگ لے، یا کاٹ دے، یا اگر وہ ستو ہیں تو کسی اور چیز کے ساتھ ملا دے، اگر وہ زمین ہے تو اس پر مکان بنا دے، اگر وہ گندم ہے تو اسے پیس دے، گوشت ہے تو اسے بھون دے، یا کوئی اور ایسا تصرف کرے جس سے وہ چیز بائع کی ملکیت سے نکال دے، چاہے اسے عیب کا علم ہو یا نہ ہو، جیسے مبیع کو آگے فروخت کر دے، یا ہبہ کر دے، یا کسی اور کو سپرد کر دے، اگر وہ غلام ہے تو اسے آزاد کر دے، یا اس کو مکاتب، مدبر یا ام ولد بنا دے۔ عیب کا علم ہو جانے کے بعد ایسے تصرفات کرنا اس کی رضامندی کی دلیل ہے اور ان میں سے ہر ایک امر اس کے حق واپسی کو باطل کر دیتا ہے۔ **(بدائع الصنائع ۵:۲۸۱-۲۹۲)**

اگر خرید کردہ چیز مکان ہو اور مشتری نے عیب کا علم ہو جانے کے باوجود اس میں سکونت اختیار کی، یا اس کے کسی حصے کی مرمت کرائی، یا کسی حصے کو گرایا تو اس کا خیار باطل ہو جائے گا۔ مختصر الطحاوی کی بعض شروح میں سکونت سے متعلق دو روایات مروی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ مبیع میں ہر ایسا تصرف جو مشتری خرید کردہ چیز میں عیب کا علم ہو جانے کے بعد کرے، اور عیب پر اس کی رضامندی کو ظاہر کرے، خیار کو ساقط کرنے کا باعث بنتا ہے، اس کے نتیجے میں بیع لازم ہو جاتی ہے۔ واللہ اعلم۔

۲- خیار کا صریح الفاظ میں ساقط کرنا۔ خیار کو صریح الفاظ میں، یا ایسے الفاظ میں جو ان کے قائم مقام ہوں، ساقط کرنے سے بھی خیار ختم ہو جاتا ہے، جیسے مشتری کہے: ''میں نے خیار ساقط کر دیا ہے یا میں نے اس کو باطل کر دیا ہے، یا میں نے بیع کو لازم کر دیا''، یا ایسے الفاظ کہے جو ان الفاظ کے قائم مقام ہوں۔ خیار عیب انسان کا حق ہے اور انسان اپنے حق کی وصولی اور اس کے اسقاط کے متعلق تصرف کا حقدار ہوتا ہے۔

۳- مشتری کا بائع کو عیب سے بری الذمہ کرنا۔ یہ مشتری کا اپنے حق کو ساقط کرنا ہے اور اسے اپنا حق ساقط کرنے کا اختیار ہے، نیز یہ کہ محل خیار حق اسقاط کو قبول کرتا ہے۔ آپ نے ملاحظہ کیا کہ خیار عیب صریح الفاظ میں اسقاط کے ساتھ کس طرح ساقط ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر مشتری نے اسے ساقط کر دیا، (یعنی اسے عیب سے بری الذمہ قرار دے دیا) تو خیار ساقط ہو جائے گا۔

۴- مبیع کے ہلاک ہونے سے بھی خیار عیب ساقط ہو جاتا ہے، کیوں کہ وہ چیز ہی نہیں رہی جسے عیب کی بنا پر واپس کیا جانا تھا۔ (بدائع الصنائع ۵: ۲۸۲-۲۸۳)

قارئین کرام: ہوشربا مہنگائی اور ڈاک خرچ میں اضافہ کے باعث مجلّہ فقہ اسلامی کی سالانہ ممبرشپ فیس ۲۶۰ روپے سے بڑھا کر تین سو روپے کی جارہی ہے اس کا اطلاق نئے خریداروں اور تجدید کرانے والوں پر ستمبر ۲۰۱۰ سے ہوگا۔ (مجلس ادارت مجلّہ فقہ اسلامی کراچی)

☆ اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام ☆ جب حلال وحرام جمع ہو جائیں تو حرام غالب ہوگا ☆

القسم العربی

مجلة الفقة الاسلامی

تصدر من

اكاديمية الفقة الاسلامى المعاصر

ص ب ١٧٧٧٧ گلشن اقبال

كراتشي باكستان

رئیس التحریر

الاستاذ الدکتور / نوراحمد شاہتاز

......☆......

مساعد رئیس التحریر

الاستاذ غلام نصیر الدین نصیر الدکتور محمد صحبت خان

فهرس الموضوعات

☆جس نے قبل ازوقت کسی شی کے حصول کی کوشش کی اسے اس سے محرومی کی سزادی جائے گی☆